سلسلہ تقاریر آلٓمّٓ

سُورۃ القصص

ڈاکٹر اسرار احمد

السلام علیکم: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طٰسٓمّٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

آمنت باللہ صدق اللہ العظیم

حروف مقطعات طٰسٓمّٓ سے شروع ہونے والی دوسری سورہ، سورۃ قصص ہے۔ یہ سورہ مبارکہ ۸۸ آیات اور ۹ رکوعوں پر مشتمل ہے اور مصحف میں بیسویں پارے کے تقریباً درمیان میں واقع ہوئی ہے۔ اس سورہ مبارکہ میں تمہیدی آیات یعنی طٰسٓمّٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ کے فوراً بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات و واقعات بالخصوص اوائل زندگی کے تفصیلی حالات شروع ہو جاتے ہیں۔ سورہ طٰہٰ کے بعد غالباً سب سے زیادہ مفصل حالات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سورۃ قصص ہی میں آئے ہیں۔ سورہ طٰہٰ اور سورہ شعراء دونوں کا اگر مطالعہ کیا جائے تو ان

میں یہ چیز مشترک نظر آتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات کا ذکر شروع ہی میں ہوتا ہے۔

کوہ طور پر آنجناب کی پہلی حاضری یعنی جبکہ آپ نبوّت و رسالت سے سرفراز فرمائے گئے۔ اس کے بعد سے دعوت و تبلیغ کے تمام مراحل، پھر ہجرت اور قومِ فرعون کی تباہی و بربادی اور ہلاکت، یہ ہیں وہ حالات کہ جو سورہ طٰہٰ اور سورہ شعراء دونوں میں آئے ہیں۔ سورہ قصص میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس میں زیادہ تفصیل کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی ولادت کے اور پھر بچپن کے حالات پھر جوانی کے واقعات پھر خاص طور پر وہ واقعہ کہ جب ایک شخص آپ کے ہاتھ سے بلا قصد قتل ہو گیا اور اسکے نتیجے میں اس کا اندیشہ ہوا کہ آپ کو بھی قتل کر دیا جائے گا۔ تو آپ نے مصر کو چھوڑ کر مدین کی طرف ہجرت اختیار کی، اس کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہے اور وہاں جو حالات و واقعات پیش آئے، شیخ مدین کی خدمت میں آپ کا رہنا اور ان کی ایک صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہونا اور پھر اپنے گھر والوں کو لے کر واپس آتے ہوئے جب کوہ طور کے قریب سے گزرے تو نبوّت اور رسالت سے سرفراز ہونا۔ بقول شخصے کہ ؎

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے

یہ وہ حالات و واقعات ہیں کہ جو سورہ قصص میں زیادہ تفصیل کے ساتھ آئے ہیں۔ نبوت و رسالت سے سرفراز ہونے کے بعد کے حالات و واقعات کا یہاں اجمال کے ساتھ ذکر ہے۔ اسی ضمن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک دُعا نقل ہوئی ہے جب آنجناب مصر سے بے سروسامانی میں نکلے تھے۔ اندازہ کیجئے پورا صحرائے سینا یکہ و تنہا پاپیادہ قطع کر کے اتنی

طویل مسافت طے کر کے جب مدین کی آبادی میں پہنچے اور ابھی آبادی سے باہر ہی تھے کہ دیکھا کہ کنویں پر ہجوم ہے، وہاں بہت سے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں - دو بچیاں بھی ہیں کہ جو اپنے گلّے کو لے کر ایک طرف کھڑی ہیں اس انتظار میں کہ جب سب لوگ پانی پلا کر چلے جائیں تو پھر وہ بھی کوشش کریں اور اپنی بھیڑوں اور بکریوں کو پانی پلا سکیں - خدمتِ خلق کا جذبہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھا - اور آپ کی طبیعت میں فتوت کے جو جوہر موجود تھے - ان کا اس موقع پر ظہور ہوا - آپ نے آگے بڑھ کر ان کی بھیڑوں اور بکریوں کو پانی پلایا - اور پھر واپس آکر درخت کی ایک چھاؤں میں بیٹھ گئے - اس وقت وہ کسمپرسی کا عالم تھا کہ ایک بالکل اجنبی ملک ہے، اجنبی آبادی ہے کوئی جاننے والا کوئی پہچاننے والا نہیں - اس وقت زبان پر الفاظ آئے -

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ۝

"پروردگار میں اس وقت احتیاج کی اس انتہا کو پہنچ چکا ہوں کہ میری جھولی بالکل خالی ہے - تو اس میں جو بھی ڈال دے گا وہ تیرا فضل و کرم ہے، ہر اس خیر کا محتاج ہوں جو تیری طرف سے عنایت ہو جائے" یہ ایک انتہائی دل شکستہ شخص کے احساسات کی ترجمانی ہے -

یاد رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک حدیث قدسی نقل فرمائی ہے - حدیث قدسی اُس حدیث کو کہتے ہیں جو اگرچہ ہوتی حدیث ہے کہ حضورؐ ہی کے الفاظ مبارکہ ہیں لیکن اس میں کلام اللہ کا نقل ہو رہا ہوتا ہے - اس میں الفاظ یہ ہیں کہ انا عند منکسرۃ القلوب

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے ان بندوں کے بہت قریب ہوتا ہوں جن کے دل ٹوٹے ہوئے ہوں جو شکستہ دل ہوں - جن کی اُمیدیں اور آرزوئیں کسی سبب سے منقطع ہو گئی ہوں - جن کا کوئی پرسان حال نہ ہو - میں

اپنے ان بندوں کے بہت قریب ہوجاتا ہوں"۔ اسی کا نقشہ یہاں نظر آتا ہے۔

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ۔

اس سورہ مبارکہ کے آٹھویں رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی قوم کے ایک سرمایہ دار شخص کا بیان ہے جس کا نام بہت مشہور ہے —— قارون ۔ جس کی دولت ضرب المثل ہے "قارون کی سی دولت"۔ یہ شخص بنی اسرائیل ہی میں سے تھا۔ لیکن جیسا کہ ہوا کرتا ہے عام طور پر محکوم قوموں کے بعض افراد حاکموں کے ساتھ سازباز کرلیا کرتے ہیں ۔ ان کے ساتھ ان کی ملی بھگت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ بہت سے فائدے اٹھاتے ہیں اور بڑی دولت جمع کرلیتے ہیں وہ غیر حکومت سے اور ظالمانہ حکومت سے خطابات بھی حاصل کرتے ہیں ۔ جاگیریں بھی مل جاتی ہیں ۔ اسی قسم کا ایک سرمایہ دار شخص یہ قارون تھا ۔ جس کی دولت کا قرآن مجید میں اندازہ دینے —— کے لئے یہ تمثیل بیان کی کہ اس کے خزانوں کی کنجیوں کو متعدد تنومند لوگ بمشکل اٹھا سکتے تھے ۔ وہ شخص ہے اور سرمایہ دارانہ مزاج اور اس کی ذہنیت کی عکاسی ہو رہی ہے ایک مکالمے ہیں ۔ کنبے والوں نے اس سے کہا :

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (۷۷)

اے قارون ! اللہ نے تیرے ساتھ بڑی بھلائی کی ہے تجھے بہت سی دولت دی ہے ۔ روپیہ پیسہ دیا ہے تو تو بھی اس دولت کے ذریعے کچھ نیکیاں کما ۔ خلق خدا کی خدمت میں اپنی دولت کو صرف کر ۔ جیسے رب نے تیرے ساتھ بھلائی کی تو اس کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کر —— جس پر اس نے بڑے فخر وغرور اور بڑے تکبّر کے ساتھ یہ کہا ۔

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ (۷۸)

یہ دولت میں نے اپنے علم، اپنے فہم، اپنی دانش، اپنی صلاحیت، اپنی استعداد، اپنی قوت اور محنت سے حاصل کی ہے۔ تم مجھے یہ بتا رہے ہو کہ یہ مجھے اللہ نے دی ہے۔ حالانکہ یہ تو میرے زورِ بازو کی کمائی ہے۔ یہ میری صلاحیتوں کا ثمرہ ہے۔ میری دُور بینی اور پیش بینی کا یہ نتیجہ ہے کہ میرے پاس یہ دولت جمع ہوئی ہے۔ یہی ہے درحقیقت سارے فساد کی جڑ — قرآن مجید اس جڑ کو کاٹتا ہے۔ یہ تصوّر دے کر کہ اس دنیا میں انسانوں کو جو بھی کچھ ملتا ہے خواہ اس کے لئے محنت خود انہوں نے کی ہو، کھیتوں میں ہل چلاتے ہوں۔ دکانوں پر بیٹھ کر صبح سے شام تک محنت کی ہو، دفتروں میں کام کیا ہو، کسّی چلائی ہو، اینٹیں ڈھوئی ہوں لیکن یہ کہ جو کچھ ملے اسے اللہ کا فضل سمجھو۔ اسے اپنی محنت کا ثمرہ کبھی نہ سمجھنا۔ بلکہ یہ جان لو کہ یہ اللہ کی دین ہے اس کی عطا ہے۔ اگر یہ تصوّر ہو گا تو انسان کا ذہن بالکل ایک دوسرے رُخ پر پروان چڑھے گا۔ اور اگر انسان یہ سمجھے گا کہ یہ میری کمائی ہوئی چیز ہے، میری محنت کا حاصل ہے۔ تو اب ظاہر بات ہے کہ وہ اس پر تصرّف کا اختیار بھی کُل کا کُل اپنے لئے چاہے گا اور چاہے گا کہ میں اسے کلیتاً اپنی مرضی سے صرف کروں۔ یہاں ایک اور کردار بھی سامنے آتا ہے۔ کچھ غافل لوگ جیسا کہ ہمارے ہاں بھی نظر آجائیں گے جو اس دنیا کی زندگی پر ریجھ جاتے ہیں اور یہیں کے عیش و آرام کے طالب ہوتے ہیں تو دولت مندوں کو دیکھ کر بڑی حسرت کے ساتھ کبھی کبھی ان کی زبان سے اس قسم کے الفاظ نکلتے ہیں۔

قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ
اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ (۷۹)

"کاش ہمیں بھی وہی کچھ ملا ہوتا۔ اتنی دولت ہمارے پاس بھی ہوتی جتنی قارون کو ملی ہے۔ وہ بڑے نصیبے والا ہے"۔ یہاں ذرا Compare

کیجیے، تقابل کیجیے "حظِّ عظیم" کی ترکیب کو ہم اس سے پہلے سورہ حٰمٓ السجدہ میں پڑھ آئے ہیں - قرآن کے نزدیک حظ عظیم کیا ہے ؟ یہ کہ ایک مومن میں برائی کو بھلائی سے دفع کرنے کی خصلت پیدا ہو - وہ دوسروں کے ظلم وجور پر صبر کرے اور ان کے لئے خیر کا طلب گار رہے - اور عام دنیاداروں کے نزدیک بڑا نصیبا کس چیز کا مظہر ہے، دولتِ دنیا کا — ؟ لیکن جب اللہ کا عذاب آیا - اللہ نے قارون کو اس کے محل سمیت اور اسکی کل دولت سمیت زمین میں دھنسا دیا - تو پھر وہی لوگ تھے کہ جنہوں نے یہ الفاظ کہے -

لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ط (۸۲)

خدا کا شکر ہے کہ ہمارے پاس قارون جیسی دولت نہ تھی - اگر ایسا ہوتا تو کہیں ہم بھی زمین میں دھنسا نہ دیئے گئے ہوتے - یہ اللہ کا بڑا فضل وکرم ہم پر ہوا کہ ہمارے پاس قارون جتنی دولت نہ تھی -

اس کے علاوہ اس سورۃ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرما کر دو اہم باتیں ارشاد فرمائی گئیں - پہلی یہ کہ :

اے نبیؐ ! یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ جسے چاہیں اسے ہدایت ہو جائے یہ تو اللہ ہی فیصلہ کرتا ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے - وہی جانتا ہے اسی کا علم سب پر محیط ہے -

اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ج (۵۶)

اے نبیؐ ! آپ کے اختیار میں نہیں ہے کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت دے دیں۔ یہ تو اللہ ہی کا اختیار ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کے لئے قبول فرمالیتا ہے

اور دوسری بات یہ کہ :

اِنَّ الَّذِىْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ط (۸۵)

گھبرائیے نہیں ! وہ ہستی جس نے آپؐ پر قرآن کی ذمہ داری عائد کی ہے -

اسکی تبلیغ کا فرض منصبی آپ کے کاندھے پر رکھا ہے، وہ آپ کا ساتھ چھوڑنے والی نہیں ہے - وہ آپ کو ایک عظیم انجام کی طرف لوٹاتے گی - وہ انجام کہ جس سے بہتر کسی انجام کا تصور ممکن نہیں -

بارك الله لى ولكم فى القرآن العظيم
ونفعنى وإياكم بالآيات والذكر الحكيم

رفقاء تنظیم کے لئے ایک خوش کن خبر!

امیر تنظیم اسلامی - ڈاکٹر اسرار احمد اپنے دروس میں اکثر شیخ الہند رح کے ترجمے اور علامہ شبیر احمد عثمانی کے حواشی کا حوالہ دیتے ہیں - اور گاہے بگاہے رفقاء کو اس کے مطالعے کی تلقین بھی کرتے ہیں -

رفقاء کی سہولت کے لئے ادارے نے، قرآن کے وہ نسخے جن میں شیخ الہند کا ترجمہ اور علامہ عثمانی کے حواشی شامل ہیں، ایک محدود تعداد میں منگوائے ہیں - کراچی میں یہ نسخہ ۱۰۰/- روپے سے زائد قیمت پر دستیاب ہے جبکہ قارئین حکمت قرآن کیلئے یہ نسخہ ۹۰/- روپے میں ہدیہ کیا جائے گا - (علاوہ محصول ڈاک)

آفسٹ کاغذ، عمدہ طباعت اور پلاسٹک کا جزدان اس نسخے کی اہم خصوصیات ہیں - (میثاق کے پتے پر حاصل کیجئے)